خطبہ جمعہ

مختلف آیات قرآنیہ کے حوالہ سے جن میں صفت رحیم کا ذکر ہے اللہ تعالیٰ کی رحیمیت کے مختلف پہلوؤں کا تذکرہ اور ان آیات میں مذکور اہم مضامین اور مسائل کی پر معارف تشریحات

حضور ایدہ اللہ کی خدمت میں خط لکھنے والوں کے لئے اہم تاکیدی نصائح

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا طاہر احمد خلیفة المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ فرمودہ ۸؍جون ۲۰۰۱ء بمطابق ۸؍احسان ۱۳۸۰ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله–

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم– بسم الله الرحمٰن الرحيم –

الحمدلله رب العٰلمين – الرحمٰن الرحيم – مٰلك يوم الدين – إياك نعبد و إياك نستعين –

اهدنا الصراط المستقيم – صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين–

﴿فَاَنْجَيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ. ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبٰقِيْنَ . اِنَّ فِي ذٰلِكَ لَاٰيَةً. وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ. وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴾(الشعراء: ۱۲۰ تا ۱۲۳)

پس ہم نے اسے اور ان کو جو اس کے ساتھ تھے ایک بھری ہوئی کشتی میں نجات دی۔ حضرت نوح کی کشتی مراد ہے۔ پھر ہم نے بعد میں باقی رہنے والوں کو غرق کر دیا۔ یقیناً اس میں ایک بڑا نشان ہے اور ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں تھے اور یقیناً تیرا ربّ ہی ہے جو کامل غلبہ والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

حضرت نوحؑ کی کشتی کا ذکر تو آپ بارہا سن چکے ہیں اس کے غرق ہونے میں ایک ایسا نشان تھا جو باقی رہنے والا ہے اور حضرت نوحؑ کی کشتی کی تلاش آج تک بھی جاری ہے کیونکہ بعض علامتیں ایسی ملتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کشتی محفوظ رہی ہے اور آئندہ کے لئے نشان بننے والی تھی۔ بہرحال اس کشتی کی تلاش تو اپنی جگہ جاری رہے گی یہاں اتنا ذکر قرآن فرما رہا ہے کہ نوحؑ کے انکار کرنے والے اکثر مومن نہیں تھے۔ ﴿وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ﴾ اور ان کو غرق کر دینے سے اللہ کی شان عزیزیت ظاہر ہوتی ہے۔ بہت غالب ہے بہت بڑے غلبہ والا ہے لیکن بار بار رحم بھی فرماتا ہے۔ چنانچہ نوح کی قوم میں سے جو بچ گئے ان پر رحم فرمایا گیا اور ان سے آئندہ نسلیں چلیں۔

دوسری آیات سورۃ الشعراء ۱۹۰ تا ۱۹۲ ہیں۔ ﴿فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ﴾ انہوں نے اس کو جھٹلا دیا تو ان کو ایک سایہ دار عذاب نے آپکڑا جس نے دیر تک سایہ کئے رکھا۔ ﴿اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ﴾ یہ ایک بہت بڑے دن کا عذاب تھا۔ ﴿اِنَّ فِي ذٰلِكَ لَاٰيَةً﴾ اس میں بھی ایک بہت بڑا نشان ہے ﴿وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ اور ان میں سے بھی اکثر مومن نہیں تھے۔ ﴿وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ﴾ اب یہاں بھی ﴿رَبَّكَ﴾ میں رسول اللہ ﷺ کی طرف نسبت چلی گئی ہے کہ تیرا رب بہت غلبہ والا اور عزت والا ہے اور وہی ہے جو بار بار رحم بھی فرماتا ہے۔ باوجود اس کے کہ غالب عذاب نے ان کو سایہ کی طرح ڈھانپ لیا تھا، پھر بھی اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ان کو جنہوں نے توبہ کی توفیق پائی نجات بخشی اور اپنے بار بار رحم کرنے کا ثبوت عطا فرمایا۔

سورۃ الشعراء کی آیات نمبر ۲۱۵ تا ۲۲۰ ہیں ﴿وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ﴾ اور اپنے قریب کے خاندان کو ڈرا۔ ﴿وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ لیکن ان میں سے بھی جو مومن ہیں ان کے لئے اپنی رحمت کا پر بھی جھکا دے ﴿فَاِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ﴾ پس اگر وہ تیری نافرمانی کریں تو کہہ دے کہ مَیں اس سے جو تم کرتے ہو بری الذمہ ہوں ﴿وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ﴾ اور اللہ پر توکل رکھ جو بہت عزت والا اور دائمی غلبہ والا ہے اور بار بار رحم فرمانے والا ہے۔

﴿الَّذِيْ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ﴾ وہ جو تجھے دیکھتا ہے جب تُو کھڑا ہوتا ہے ﴿وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ﴾ اور سجدہ میں تیرا خدا کے حضور الٹ پلٹ ہونا بھی خدا کی نگاہ میں رہتا ہے۔ تیری بے قراری کو سجدوں میں دیکھتا ہے۔ تقلّب سے مراد یہاں بے قراری ہے۔ (سورۃ الشعراء نمبر ۲۱۵ تا ۲۲۰)۔ اس میں بھی کامل غلبہ کا اور بار بار رحم فرمانے کا ذکر فرمایا گیا ہے اور توکل کر اس پر جو تجھے دیکھ رہا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو اللہ پر توکل کی تلقین فرمائی جا رہی ہے جو سجدوں میں رسول اللہ ﷺ کی بیقراری پر نظر رکھتا تھا۔

اس بارہ میں ایک حدیث ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ اس میں وہ فرماتے ہیں جب آیت کریمہ ﴿وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ﴾ نازل ہوئی تو آپؐ نے قریش کو جمع کیا۔ پھر بعض کو نام لے کر خطاب فرمایا۔ آپؐ نے فرمایا: اے قریش! اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ کیونکہ مَیں اللہ کے حضور تمہارے لئے کسی فائدہ یا نقصان کی طاقت نہیں رکھتا۔ اے بنی عبد مناف! اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ کیونکہ مَیں تمہارے لئے کسی فائدہ یا نقصان کی طاقت نہیں رکھتا۔ اے بنی قُصیّ! اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ کیونکہ مَیں تمہارے لئے کسی فائدہ یا نقصان کی طاقت نہیں رکھتا۔ اے بنی عبد المطلب! اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ کیونکہ مَیں تمہارے لئے کسی فائدہ یا نقصان کی طاقت نہیں رکھتا۔ یہاں بار بار جو دوہرایا گیا ہے میں کسی فائدہ یا نقصان کی طاقت نہیں رکھتا اس سے مراد یہ ہے کہ میرا اللہ ہی ہے جو میری خاطر تمہیں ہدایت بھی دے سکتا ہے اور تمہیں اپنی نافرمانیوں کی وجہ سے ہلاک بھی کر سکتا ہے۔ یہ میری طاقت نہیں بلکہ میرے ربّ کی طاقت ہے۔ اس آیت کریمہ میں عزیز رحیم پر توکل کرنے کا ارشاد ہے کہ تیرا رب بہت ہی غالب، عزت والا، دائمی غلبہ والا اور بار بار رحم فرمانے والا ہے ۔چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی زندگی ہی میں آپ کے خاندان کے اکثر لوگ نجات پا گئے اور ان پر بار بار رحم فرمایا گیا اور بہت کم بد قسمت ایسے تھے جن کی قسمت میں ہلاکت لکھی گئی تھی۔

اب حضرت موسیٰ کے سونٹے کا ذکر ملتا ہے سورۃ النمل آیات ۱۱، ۱۲ میں ﴿وَاَلْقِ عَصَاكَ . فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ﴾ اور اے موسیٰ تو اپنا سونٹا پھینک، جب اس نے دیکھا کہ وہ سانپ کی طرح حرکت کر رہا ہے ﴿وَلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ﴾ وہ پیٹھ پھیرتے ہوئے بھاگ کھڑا ہوا ﴿وَلَمْ يُعَقِّبْ﴾ اور یہاں تک کہ مڑ کے بھی نہ دیکھا۔ ﴿يٰمُوْسٰى لَا تَخَفْ﴾ اللہ نے فرمایا اے موسیٰ خوف نہ کر ﴿اِنِّيْ لَا يَخَافُ لَدَيَّ الْمُرْسَلُوْنَ﴾ میرے حضور میں تو وہ جن کو میں بھیجتا ہوں خوف نہیں کھایا کرتے ﴿اِلَّا مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًا﴾ لیکن اس کے باوجود جو ظلم کرے پھر اپنے ظلم کو احسن چیز میں یا احسن خلق میں یا حسن عمل میں بدل دے ﴿بَعْدَ سُوْٓءٍ﴾ اپنی برائی کے بعد ﴿فَاِنِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ پھر وہ دیکھے گا کہ مَیں بہت بخشنے والا اور بار بار رحم فرمانے ولا ہوں۔

پھر سورۃ النمل کی آیات ۳۰ تا ۳۲ ہیں۔ ﴿قَالَتْ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّيْٓ اُلْقِيَ اِلَيَّ كِتٰبٌ كَرِيْمٌ﴾ اس نے کہا (یعنی ملکہ سبا نے) کہ اے میرے بڑے لوگو! اور سردارو! ﴿اِنِّيْٓ اُلْقِيَ اِلَيَّ كِتٰبٌ كَرِيْمٌ﴾ میری طرف ایک بہت معزز کتاب بھیجی گئی ہے۔ کتاب سے مراد یہاں خط ہے، کتاب خط کو بھی کہتے ہیں کہ میری طرف ایک بہت معزز خط بھیجا گیا ہے ﴿اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ﴾ وہ سلیمان کی طرف سے ہے ﴿وَاِنَّهٗ﴾ اور وہ یہ ہے ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ اللہ کے نام کے ساتھ جو بے انتہا رحم کرنے والا اور بار بار رحم فرمانے والا ہے ﴿اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ﴾ یہ کہ تم مجھ سے بغاوت نہ کرو، میرے خلاف فوج کشی نہ کرو ﴿وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ﴾ اور میرے پاس مسلمان ہونے کی حالت میں آ جاؤ۔ پس اس کے دربار کے بڑے بڑے درباری تھے انہوں نے سرکشی کا مشورہ دیا تھا مگر ملکہ سبا صاحبِ فہم عورت تھی اس نے کہا مجھے تو یہ خط آیا ہے جو بہت ہی معزز خط ہے اور اس میں مجھے تلقین کی گئی ہے کہ میرے خلاف سرکشی نہ کرنا۔

اس آیت کریمہ کی تشریح میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے بہت ہی عمدہ نکات بیان فرمائے ہیں۔ فرماتے ہیں:

''زمانہ نے بہت ترقی کی ہے اور آج کل کی تہذیب کو انسانی ترقیات کا انتہائی زینہ قرار دیا جاتا ہے اور جن باتوں پر ناز ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ خطوط میں بے سروپا طویل طویل القاب ہیں''۔ یعنی لوگوں کے خطوط میں بے سروپا طویل طویل القاب ہوتے ہیں۔ ''مشکل ترکیبیں ہوتی ہیں جن کے مبتداء کی خبر دوسرے ورق پر جاکر نکلتی ہے۔ مگر دیکھو قرآن مجید نے تیرہ سو سال سے پہلے ایک خط کا نمونہ دیا ہے جو کئی سو برس پہلے کا ہے اور حقیقی مہذب گروہ کے ایک ممبر کو لکھا ہوا ہے اور وہ یہ ہے ﴿اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ. وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ ''وہ سلیمان کی طرف سے ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ کے نام کے ساتھ جو بے انتہا رحم فرمانے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔ ﴿اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ﴾ کہ دیکھو میرے خلاف سرکشی نہ کرنا اور میرے پاس فرمانبردار ہوتے ہوئے واپس آجاؤ۔ ''اس سے زیادہ مختصر نویسی پھر جامع مانع کلمات اور عمدہ طرز تحریر اور کیا ہو سکتی ہے۔ اس نمونہ پر حضرت نبی کریم ﷺ کے خطوط ہیں''۔ اب یہ بھی حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے ایک شاندار نکتہ اس میں سے نکالا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے اپنے خطوط بھی جو بادشاہوں کی طرف لکھے گئے تھے وہ بہت اختصار کے ساتھ ہیں مگر جامع مانع ہیں۔ ان پر نہ زیادتی ہو سکتی ہے الفاظ کی، نہ کمی ہو سکتی ہے۔ پورے مضمون پر حاوی ہوتے ہیں اور یہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے خطوط کی اصلیت کی پہچان ہے۔

سورۃ القصص میں آیت نمبر ۱۷ میں ہے ﴿قَالَ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْلِيْ فَغَفَرَلَهٗ. اِنَّهٗ هُوَالْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾ اس نے کہا اے میرے ربّ میں نے اپنی جان پر ظلم کیا، پس مجھے بخش دے ﴿فَغَفَرَلَهٗ﴾ پس اللہ تعالیٰ نے اسے بخش دیا۔ ﴿اِنَّهٗ هُوَالْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾ یقیناً وہی ہے جو بہت زیادہ بخشنے والا اور بار بار رحم فرمانے والا ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ان آیات کی تفسیر میں بیان فرماتے ہیں: ''قرآن شریف بہت سی پیشگوئیوں سے بھرا پڑا ہے جیسا کہ روم اور ایران کی سلطنت کی نسبت ایک زبردست پیشگوئی قرآن شریف میں موجود ہے اور یہ اس وقت کی پیشگوئی ہے جب کہ مجوسی سلطنت نے''۔ مجوسی جو مشرک سلطنت تھی اس نے ''ایک لڑائی میں رومی سلطنت پر فتح پائی تھی اور کچھ تھوڑی سی زمین ان کے ملک کی اپنے قبضہ میں کرلی تھی۔ تب مشرکین مکہ نے فارسیوں کی فتح اپنے لئے ایک نیک فال سمجھی تھی اور اس سے یہ سمجھا تھا کہ چونکہ فارسی سلطنت مخلوق پرستی میں ہمارے شریک ہے ایسا ہی ہم بھی اس نبی کا استیصال کریں گے جس کی شریعت اہل کتاب سے مشابہت رکھتی ہے۔ تب خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں یہ پیشگوئی نازل فرمائی کہ آخرکار رومی سلطنت کی فتح ہوگی اور چونکہ روم کی فتح کی نسبت یہ پیشگوئی ہے اس لئے اس سورت کا نام سورۃ الروم رکھا گیا ہے۔ اور چونکہ عرب کے مشرکوں نے مجوسیوں کی سلطنت کی فتح کو اپنی فتح کے لئے ایک نشان سمجھ لیا تھا اس لئے خدا تعالیٰ نے اس پیشگوئی میں یہ بھی فرمادیا کہ جس روز پھر روم کی فتح ہوگی اس روز مسلمان بھی مشرکوں پر فتحیاب ہونگے، چنانچہ ایسا ہی ظہور میں آیا''۔

اب یہ جو پیشگوئی ہے یہ ہجرت سے پہلے کی ہے اور بعد ہجرت، جیسا کہ پیشگوئی میں فرمایا گیا تھا تین سال کے بعد اور نو سال کے اندر اندر، یہ عظیم الشان واقعہ رونما ہوا یعنی مسلمانوں کو مشرکین پر فتح نصیب ہوئی اور بادشاہ روم کو مجوسی سلطنت ایران کے اوپر فتح نصیب ہوئی۔ یہ پیشگوئی بڑی شان سے پوری ہو چکی ہے۔

اس بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''اس بارہ میں قرآن شریف کی آیت یہ ہے ﴿الٓمّٓ. غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ وَيَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ (الروم:۲تا۵) (ترجمہ) میں خدا ہوں جو سب سے بہتر جانتا ہوں۔ رومی سلطنت بہت قریب زمین میں مغلوب ہوگئی ہے اور وہ لوگ پھر نو سال تک، تین سال کے بعد''۔ یعنی نو سال سے پہلے پہلے اور تین سال کے بعد۔ ''مجوسی سلطنت پر غالب ہو جائیں گے۔ اُس دن مومنوں کے لئے بھی ایک خوشی کا دن ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور تین سال کے بعد نو سال کے اندر پھر رومی سلطنت ایرانی سلطنت پر غالب آگئی اور اسی دن مسلمانوں نے بھی مشرکوں پر فتح پائی کیونکہ وہ دن بدر کی لڑائی کا دن تھا جس میں اہلِ اسلام کو فتح ہوئی تھی''۔

(چشمہ معرفت۔ روحانی خزائن جلد ۲۳ صفحہ ۳۲۰)

ایک اور اقتباس ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا:

''حدیثوں سے ثابت ہے کہ روم سے مراد نصاریٰ ہیں اور وہ آخری زمانہ میں پھر اسلامی ممالک کے کچھ حصّے دبالیں گے اور اسلامی بادشاہوں کے ممالک اُن کی بدچلنیوں کے وقت میں اُسی طرح نصاریٰ کے قبضے میں آجائیں گے جیسا کہ اسرائیلی بادشاہوں کی بدچلنیوں کے وقت رومی سلطنت نے اُن کا ملک دبالیا تھا۔ پس واضح ہو کہ یہ پیشگوئی ہمارے اس زمانہ میں پوری ہوگئی۔ مثلاً روس نے جو کچھ رومی سلطنت کو خدا کی ازلی مشیّت سے نقصان پہنچایا، وہ پوشیدہ نہیں۔ اور اس آیت میں جبکہ دوسرے طور پر معنے کئے جائیں غالب ہونے کے وقت میں روم سے مراد قیصر روم کا خاندان نہیں کیونکہ وہ خاندان اسلام کے ہاتھ سے تباہ ہو چکا بلکہ اس جگہ بروزی طور پر روم سے روس اور دوسری عیسائی سلطنتیں مراد ہیں جو عیسائی مذہب رکھتی ہیں۔ یہ آیت اوّل اس موقع پر نازل ہوئی تھی جبکہ کسریٰ شاہِ ایران نے بعض حدود پر لڑائی کرکے قیصر شاہِ روم کو مغلوب کردیا تھا۔ پھر جب اس پیشگوئی کے مطابق ﴿بِضْعِ سِنِيْنَ﴾ میں قیصرِ روم شاہ ایران پر غالب آگیا تو پھر یہ آیت نازل ہوئی کہ ﴿غَلَبَتِ الرُّوْمُ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ......الخ﴾ جس کا مطلب یہ تھا کہ رومی سلطنت اب تو غالب آگئی ہے مگر پھر ﴿بِضْعِ سِنِيْنَ﴾ میں''(یعنی تین سے نو سال کے عرصہ میں)''اسلام کے ہاتھ سے مغلوب ہوں گے۔ مگر باوجود اس کے کہ دوسری قراءت جس میں غَلَبَتْ کا صیغہ ماضی معلوم تھا اور سَيُغْلَبُوْنَ کا صیغہ مضارع مجہول تھا مگر پھر بھی پہلی قراءت جس میں غُلِبَتْ کا صیغہ ماضی مجہول تھا اور سَيَغْلِبُوْنَ مضارع معلوم تھا منسوخ التِّلاوت نہیں ہوئی بلکہ اسی طرح جبرائیل علیہ السلام آنحضرت ﷺ کو قرآن شریف سناتے رہے''۔ اب یہ جو مسئلہ ہے یہ اہل علم پر تو روشن ہو جائے گا جو اس لغت کی اصطلاحوں کو سمجھتے ہیں مگر عام احمدیوں پر اس کو کھولنے کے لئے زیادہ وقت چاہئے۔ بہرحال حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جو تحریر جیسے تھی وہی میں نے پڑھ کے آپ کے سامنے رکھ دی ہے۔ تو اس آیت کریمہ کی دو تلاوتیں تھیں یعنی قراءتیں تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں قراءتوں کو باقی رکھا اور دونوں قراءتوں کے لحاظ سے یہ مضمون بڑی شان کے ساتھ پورا ہوا ہے۔ اس سے ''ثابت ہوا کہ ایک مرتبہ پھر مقدّر ہے کہ عیسائی سلطنتِ روم کے بعض حدود کو پھر اپنے قبضہ میں کرلے گی۔ اِسی بنا پر احادیث میں آیا ہے کہ مسیح کے وقت میں سب سے زیادہ دنیا میں روم ہوں گے یعنی نصاریٰ۔ اس تحریر سے ہماری غرض یہ ہے کہ قرآن اور احادیث میں روم کا لفظ بھی بروزی طور پر آیا ہے یعنی روم سے اصل روم مراد نہیں بلکہ نصاریٰ مراد ہیں۔''

(تحفہ گولڑویہ۔ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۳۰۷،۳۰۸)

پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں بھی یہ پیشگوئی پوری ہو چکی ہے اور آج کل نصاریٰ کا عروج ہے اور بڑی کثرت سے ہر طرف پھیل گئے ہیں۔ انہوں نے کس پر غلبہ پایا ہے۔ غلبہ یہود پر پایا ہے جو موحدّ تھے۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ غلبہ یہود پر پانے کے باوجود درپردہ یہودی عیسائیوں سے وہ کام کرواتے ہیں جو خود نہیں کرسکتے۔ پس یہ بھی ایک عجیب نکتہ ہے جو اس زمانہ میں ہمارے سامنے کھلا ہے کہ عیسائیت کو غلبہ ملا ہے ساری دنیا میں اور یہود عیسائیت کی معرفت غلبہ حاصل کر رہے ہیں اور یہ غلبہ اب ان کو ہمیشہ نہیں رہے گا بلکہ ﴿مَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ﴾ ہونے کی وجہ سے وہ خدا کے غضب کے نیچے بھی ہیں اور دنیا کے غضب کے نیچے بھی ہمیشہ رہے ہیں اور آئندہ بھی دوبارہ پھر اسی غضب کے نیچے آنے والے ہیں۔ پس بعض لوگ مایوس ہو جاتے ہیں کہ ابھی تک تو فلسطینیوں کا کچھ نہ بنا اور یہودی ان پر جیسے چاہیں مظالم کرتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ پیشگوئی ایک دفعہ نہیں بارہا ماضی

میں پوری ہو چکی ہے۔ اتنی بار اور اس شان کے ساتھ پوری ہو چکی ہے کہ اس پر شک کرنا ایک حماقت ہے اس کے سوا کچھ نہیں۔ دیکھو نازی جرمنی کے زمانہ میں کس شان سے پوری ہوئی تھی۔ یہود نے جرمنی کی اقتصادیات پر مکمل غلبہ پا لیا تھا، اس کی اقتصادیات کے علاوہ اس کی سیاست پر اور اس کی صنعتوں پر، ہر چیز یہود کے قبضۂ قدرت میں چلی گئی تھی۔ اس وقت کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہودی اسی قوم کے مغلوب ہو جائیں گے جس قوم پر اس نے بڑے زور اور جبر کے ساتھ تسلط کر لیا تھا۔ لیکن جنہوں نے نازی تاریخ کو پڑھا ہوا ہے وہ جانتے ہیں کہ کس طرح نازیوں نے یہود پر جوابی کارروائی کرتے ہوئے اتنے مظالم کئے کہ آج تک یہودی ان مظالم کا رونا روتے ہیں اور یہودیوں کے بیان کے مطابق دس لاکھ یہودی وہاں قتل وغارت کئے گئے۔ اب یہ جو اعداد و شمار ہیں مبالغہ ہی سہی مگر اس میں شک نہیں کہ بہت بڑی تعداد یہودیوں کی بہت ظالمانہ طور پر جرمنی میں قتل کی گئی یہاں تک کہ Death Chambers میں انہیں مارا گیا، زہریلی گیس چھوڑی جاتی تھی جس سے دم گھٹ کر اور اس کے زہر سے مغلوب ہو کر یہودیوں کی جانیں نکل جاتی تھیں۔ پھر ان کے بچوں پر بھی ظلم کیا گیا، ان کے بچوں کو بھی مارا گیا، ان کی عورتوں پر بھی ظلم کیا گیا، ان کی عورتوں کو بھی مارا گیا اور بہت ہی مشکل کے ساتھ کچھ یہودی بچ بچا کر انگلستان کی پناہ میں آ گئے۔

تو یہ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ﴾ کی پیشگوئی ہے اس میں مغضوب کا جو لفظ ہے وہ ظاہر کرتا ہے کہ یہود پر خدا کا بھی غضب نازل ہوتا ہے اور لوگوں کا بھی غضب نازل ہوتا ہے۔ ساری تاریخ بھری پڑی ہے اس بات سے۔ پس اب مسلمانوں کے لئے کسی مایوسی کی کوئی وجہ نہیں۔ فلسطین میں بھی کچھ نہ کچھ ہو گا ضرور، ہم تو منتظر ہیں وہ بھی دیکھ لیں تاریخ کس کے ساتھ ہے۔ تاریخ مسلمانوں کے ساتھ ہے لازماً ان پر ایک دفعہ پھر غلبہ ملے گا لیکن خدا کے صالح بندوں کو اور اس سے میں استنباط کرتا ہوں کہ یہ غلبہ احمدیت کو نصیب ہو گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ کیونکہ فرمایا عزیز رحیم ہے خدا، بار بار رحم بھی فرماتا ہے اور بہت غالب اور دائمی غلبہ والا ہے۔

ایک اور آیت کریمہ ہے ﴿مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ﴾ کہ اللہ تعالیٰ نے کسی شخص کے لئے اس کے سینہ میں دو دِل نہیں رکھے۔ یعنی اگر ایک سے محبت ہے تو بیک وقت دوسرے سے محبت نہیں ہو سکتی۔ ہو گی تو وہ کم درجہ کی ہو گی، ایک ہی محبت غالب رہتی ہے۔ فرمایا ہم نے انسان کے سینہ میں دو دِل نہیں رکھے اور اسی طرح ﴿مَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ الّٰٓئِيْ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ﴾ اور وہ عورتیں، تمہاری بیویاں جن کو تم اپنے اوپر حرام کرنے کے لئے اپنی مائیں کہہ دیا کرتے ہو، وہ تمہاری مائیں نہیں بن سکتیں۔ تمہاری مائیں تمہاری ہی مائیں ہیں۔ ﴿وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ﴾ اور تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارا اصلی اور سچا بیٹا نہیں بنایا ﴿ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ﴾ یہ تو سب تمہارے منہ کی باتیں ہیں۔ ﴿وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ﴾ اور اللہ حق فرماتا ہے اور وہ سیدھے راستہ کی طرف ہدایت دیتا ہے۔ ﴿اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ﴾ وہ جو یتیم جنگوں کے بعد تمہارے قبضہ میں آتے ہیں ان کو ان کے باپوں کے نام سے پکارو، ان کو اپنا بیٹا قرار نہ دیا کرو۔ ﴿فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ﴾ اگر تمہیں ان کے باپوں کے نام معلوم نہ ہوں ﴿فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ﴾ تو پھر وہ دین میں تمہارے بھائی ہیں ﴿وَمَوَالِيْكُمْ﴾ اور وہ تمہارے دوست ہیں دین کے معاملہ میں بھی ﴿وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ﴾ اور تم پر کوئی گناہ نہیں ہے اس معاملہ میں جس میں تم پہلے غلطی کر چکے ہو ﴿وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ﴾ لیکن تمہارے دل اگر کوئی گناہِ عمد کریں گے تو پھر وہ پکڑے جائیں گے ﴿وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ اور یاد رکھو کہ ان سب باتوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو بہت ہی بخشش کرنے والا پاؤ گے اور بار بار رحم فرمانے والا۔ (سورۃ الاحزاب آیات ۵-۶)

اس کی تفسیر میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''خدا تعالیٰ نے کسی کے پیٹ میں دو دل نہیں بنائے۔ پس اگر تم کسی کو کہو کہ تُو میرا دل ہے تو اس کے پیٹ میں دو دل نہیں ہو جائیں گے۔ دل تو ایک ہی رہے گا۔ اسی طرح جس کو تم ماں کہہ بیٹھے وہ تمہاری ماں نہیں بن سکتی اور اسی طرح خدا نے تمہارے منہ بولے بیٹوں کو حقیقت میں تمہارے بیٹے نہیں کر دیا۔ یہ تو تمہارے منہ کی باتیں ہیں اور خدا سچ کہتا ہے اور سیدھی راہ دکھلاتا ہے۔ تم اپنے منہ بولے بیٹوں کو اُن کے باپوں کے نام سے پکارو۔ یہ تو قرآنی تعلیم ہے مگر چونکہ خدا تعالیٰ کو منظور تھا کہ اپنے پاک نبی کا نمونہ اس میں قائم کر کے پرانی رسم کی کراہت کو دلوں سے دُور کر دے۔ سو یہ نمونہ خدا تعالیٰ نے قائم کیا کہ آنحضرت ﷺ کے غلام آزاد کردہ کی بیوی کی اپنے خاوند سے سخت ناسازش ہو گئی'' یعنی اَن بَن ہو گئی۔ ''آخر طلاق تک نوبت پہنچی۔ پھر جب خاوند کی طرف سے طلاق مل گئی تو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ پیوندِ نکاح کر دیا''۔ (آریہ دھرم۔ روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۵۸-۵۹)

اس آیت کریمہ میں گزشتہ علماء نے بہت ہی زیادہ ظلم سے کام لیا ہے کیونکہ وہ اس کی تشریح میں یہ کہتے ہیں کہ طلاق کی وجہ یہ تھی کہ آنحضرت ﷺ ایک دفعہ بغیر سلام کئے، بغیر آواز دئے اس گھر میں داخل ہو گئے جو زید کا گھر تھا اور اس وقت حضرت زینب کو ننگی حالت میں دیکھ لیا اور نعوذ باللہ من ذلک ان پر آپ عاشق ہو گئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل کو پڑھ کر یہ فیصلہ کیا کہ اس کی طلاق ہو جائے اور منہ بولے بیٹے کی بات بنا لی کہ یہ تو یونہی منہ کی باتیں ہوتی ہیں شادی کر لی۔ اب سوال یہ ہے کہ حضرت زینبؓ نے آپؐ کی خاطر، آپ کے دل کو خوش کرنے کے لئے آپؐ کے غلام سے شادی کر لی تھی جو عرب باغیرت اہل مکہ کے لئے خصوصیت کے ساتھ ایک بہت ہی مکروہ فعل تھا۔ مکہ کی معزز عورت کا ایک غلام سے شادی کر لینا سخت ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا جاتا تھا تو چونکہ حضرت زینبؓ نے حضرت رسول اللہ ﷺ کی دلداری کی خاطر آپؐ کے حکم سے سرِ مُو فرق نہ کیا اور آپ کے فرمانے کے مطابق شادی کر لی تھی اس لئے جب طلاق ہوئی تو رسول اللہ ﷺ کے دل میں اس کا بہت غم تھا اور محسوس ہوتا تھا کہ میرے کہنے میں اس بیچاری نے سزا پائی ہے۔ پس اس وجہ سے آپؐ نے اس سے شادی کی اور آنحضرت ﷺ کے ساتھ خدا تعالیٰ نے آپ کا پیوند نکاح کر دیا۔

سورۃ الاحزاب ہی کی ایک اور آیت ہے ﴿وَمِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ﴾ کہ مومنوں میں سے ایسے مردانِ خدا ہیں جنہوں نے اللہ سے جو عہد باندھا اسے سچا کر دکھایا۔ ﴿فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ﴾ پس ان میں سے بہت سے ہیں جنہوں نے اپنے عہد کو سچا کر دکھایا اور بہت سے ہیں جو ابھی انتظار کی حالت میں ہیں۔ ﴿وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا﴾ اور انہوں نے ذرا بھی تبدیلی نہیں کی اپنے اطوار میں ﴿لِيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ﴾ یہ اس لئے تھا تا کہ اللہ تعالیٰ سچوں کو ان کی سچائی کی وجہ سے، صادقین کو ان کے صدق کی وجہ سے جزائے خیر عطا فرمائے۔ ﴿وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ شَآءَ﴾ اور اگر چاہے تو منافقین کو ان کے نفاق کی وجہ سے سزا دے ﴿اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ﴾ یا ان کی توبہ قبول کرتے ہوئے اُن پر جھکے، اس نیت سے کہ ان کی توبہ قبول کر لی جائے۔ ﴿اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ یقیناً اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا اور بار بار رحم فرمانے والا ہے۔ (سورۃ الاحزاب آیات ۲۴-۲۵)

تو اس میں بھی دیکھیں کہ فرمایا جا رہا ہے کہ منافقین کے دل کا حال خدا جانتا تھا کہ جھوٹے ہیں اس کے باوجود ان سے یہ نہیں فرمایا کہ تم سب کو اللہ تعالیٰ تباہ کر دے گا بلکہ فرمایا کہ جن سے اللہ تعالیٰ چاہے گا ان سے توبہ قبول کرتے ہوئے ان پر جھک جائے گا۔ ﴿اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ یقیناً اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا اور بار بار رحم فرمانے والا ہے۔

ان آیات کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''صحابہ کرام کی وہ پاک جماعت تھی جو اپنے نبی ﷺ سے کبھی الگ نہیں ہوئے اور وہ آپؐ کی راہ میں جان دینے سے بھی دریغ نہ کرتے تھے بلکہ دریغ نہیں کیا۔ ان کی نسبت آیا ہے ﴿مِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ﴾ یعنی بعض اپنا حق ادا کر چکے، اپنی جانیں اپنے وعدوں کے مطابق پیش کر چکے اور وہ قبول کر لی گئیں اور بعض ابھی تک انتظار میں بیٹھے ہیں کہ ہم بھی اس راہ میں مارے جاویں۔ اس سے آنحضرت ﷺ کی قدر و عظمت معلوم ہوتی ہے۔ مگر یہاں یہ بھی سوچنا چاہئے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آنحضرت ﷺ کی سیرت کے روشن ثبوت ہیں۔ اب کوئی شخص ان ثبوتوں کو ضائع کرتا ہے تو وہ گویا آنحضرت ﷺ کی نبوت کو ضائع کرنا چاہتا ہے۔ پس وہی شخص آنحضور ﷺ کی سچی قدر کر سکتا ہے جو صحابہ کرامؓ کی قدر کرتا ہے۔ جو صحابہ کرامؓ کی قدر نہیں کرتا وہ ہرگز ہرگز آنحضرت ﷺ کی قدر نہیں کرتا۔ وہ اس دعویٰ میں جھوٹا ہے اگر کہے کہ مَیں آنحضرت ﷺ سے محبت رکھتا ہوں مگر یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ آنحضرت ﷺ سے محبت ہو اور پھر صحابہؓ سے دشمنی''۔

(الحکم۔ جلد ۸، نمبر ۷۔ بتاریخ ۲۴ر فروری ۱۹۰۴ء۔ صفحہ ۲)

اب شیعوں کا بھی اس میں بہت بڑا عظیم الشان ردّ فرمایا گیا ہے۔ اس آیت کریمہ سے

پتہ چلتا ہے کہ جو اللہ کے رسول سے محبت کرتا ہے وہ اس کے صحابہ سے بھی محبت کرتا ہے۔ پھر فرمایا:

"صحابہ رضوان اللہ علیہم یہ چاہتے تھے کہ خدا تعالیٰ کو راضی کریں خواہ اس راہ میں کیسی ہی سختیاں اور تکلیفیں اٹھانی پڑیں۔ اگر کوئی مصائب اور مشکلات میں نہ پڑتا اور اُسے دیر ہوتی تو وہ روتا اور چلاّتا تھا۔ وہ سمجھ چکے تھے کہ اِن ابتلاؤں کے نیچے خدا تعالیٰ کی رضا کا پروانہ اور خزانہ مخفی ہے۔ قرآن شریف ان کی تعریف سے بھرا ہوا ہے، اسے کھول کر دیکھو۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم کی زندگی آنحضرت ﷺ کی صداقت کا عملی ثبوت تھا۔ صحابہؓ جس مقام پر پہنچے تھے اس کو قرآن شریف میں اِس طرح پر بیان فرمایا ہے: ﴿مِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ﴾ یعنی بعض ان میں سے شہادت پا چکے اور انہوں نے گویا اصل مقصود حاصل کر لیا اور بعض اِس انتظار میں ہیں کہ چاہتے ہیں کہ شہادت نصیب ہو۔ صحابہؓ دنیا کی طرف نہیں جھکے کہ عمریں لمبی ہوں اور اِس قدر مال و دولت ملے" یعنی یہ ان کی خواہش نہیں تھی کہ ہماری عمریں لمبی ہوں اور مال و دولت ملے۔ "اور یوں بے فکری اور عیش کے سامان ہوں۔ مَیں جب صحابہؓ کے اس نمونہ کو دیکھتا ہوں تو آنحضرت ﷺ کی قوت قدسی کمال فیضان کا بے اختیار اقرار کرنا پڑتا ہے کہ کس طرح پر آپؐ نے ان کی کایا پلٹ دی اور انہیں بالکل رُو بخدا کر دیا۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ وَ بَارِكْ وَسَلِّمْ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ"۔

(الحکم۔ جلد ۹۔ نمبر ۳۸۔ بتاریخ ۳۱/اکتوبر ۱۹۰۵ء۔ صفحہ ۲)

اسی ضمن میں ایک یہ آیت بھی ہے ﴿هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ﴾ وہی ہے جو تم پر سلام درود بھیجتا ہے ﴿وَمَلٰٓئِكَتُهٗ﴾ اور اس کے فرشتے بھی۔ اب دیکھو اللہ تعالیٰ کا درود حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ پر ہی خاص نہیں تھا بلکہ آپ کے صحابہ پر بھی اللہ تعالیٰ درود بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی۔ کس مقصد کے لئے۔ درود بھیجنا محض ایک دعا نہیں بلکہ ایک اعلیٰ عمل کی طرف بلانے کے نتیجہ میں درود کی برکت حاصل ہوتی ہے۔ ﴿لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ﴾ یہ درود اس لئے تم پر بھیج رہا ہے تاکہ تمہیں اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لے آئے۔ ﴿وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا﴾ اور اللہ تعالیٰ مومنوں پر بار بار رحم فرمانے والا ہے۔ (سورۃ الاحزاب آیت ۴۴) یہاں بھی لفظ مومن خاص توجہ کا مستحق ہے کیونکہ ہر غیر کے لئے تو اللہ تعالیٰ رحمٰن ہے مگر اپنے مومن بندوں کے لئے رحیم ہے کیونکہ رحیم میں کچھ محنت بھی درکار ہوتی ہے جو خدا کی راہ میں کی جائے۔ کیونکہ خدا کے مومن بندے اللہ کی خاطر مشکلات میں پڑتے ہیں اور اس کی راہ میں بہت محنت کر کے اس کی رضا کماتے ہیں۔ اس لئے فرمایا خدا اور اس کے فرشتے مومنوں پر درود بھیجتے ہیں تا خدا اُن کو ظلمت سے نور کی طرف نکالے۔ ﴿وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا﴾ یعنی خدا کی رحیمیت صرف ایمانداروں سے خاص ہے جس سے کافر کو یعنی بے ایمان اور سرکش کو حصہ نہیں ہے۔ یہ وہ مضمون ہے جو پہلے بھی کئی بار بیان ہو چکا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"فیض رحیمیت اسی شخص پر نازل ہوتا ہے جو فیوض مترقبہ کے حصول کے لئے کوشش کرتا ہے اسی لئے یہ ان لوگوں سے خاص ہے جو ایمان لائے اور جنہوں نے اپنے ربِّ کریم کی اطاعت کی جیسے اللہ تعالیٰ کے اس قول ﴿وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا﴾ میں تصریح فرما دی گئی ہے"۔

یہ تو خطبہ رحیمیت کے مضمون پر جو جاری تھا آگے بھی شاید جاری رہے گا یہ اس کے متعلق میں نے مختصراً ذکر کیا ہے۔ اب میں خطبہ ثانیہ سے پہلے کچھ خطوط کے متعلق اعلان کرنا چاہتا ہوں۔ جو خطوط مجھے لکھے جاتے ہیں ان میں عجیب و غریب حرکتیں ہو رہی ہیں جس کی وجہ سے میرا وقت بہت زیادہ ضائع ہو جاتا ہے۔ بعض ایسی خواتین ہیں جو لمبے لمبے خط روزانہ لکھتی ہیں اور روزانہ ایک دفعہ نہیں تین چار دفعہ، اور وہی مضمون بار بار دہرایا ہوتا ہے۔ سارے لمبے خطوط پڑھنے کے بعد نام دیکھو تو وہی نام ہیں اور وہی مضمون بار بار دہرایا جا رہا ہے۔ جو صرف دعا کے لئے ہے۔ اب دعا میں کون سے راز کی بات ہے اور خط کے اوپر لکھا ہوتا ہے "بصیغہ راز"۔ دعا تو مَیں لوگوں کے سامنے تو نہیں کرتا، بصیغہ راز ہی کرتا ہوں۔ لیکن ان کے بصیغہ راز لکھنے سے کیا فرق پڑتا ہے اور پھر یہ کیا مطلب ہوا کہ ایک ہی خط کو بار بار کثرت سے دوہرایا جائے۔

بعض دفعہ ایک خط کے ساتھ سات سات آٹھ آٹھ خط نتھی کئے جاتے ہیں اور ان پہ وہی تاریخ ہے۔ اب ایک دن میں سات خط لکھنا اور نتھی کر کے بھیج دینا اس میں کونسی حکمت ہے، مجھے تو سمجھ نہیں آتی۔ بہرحال میرا وعدہ ہے کہ مَیں خود خطوں کو پڑھتا ہوں تو مَیں امید رکھتا ہوں کہ اس وعدہ پر قائم رہوں گا انشاء اللہ تعالیٰ جب تک اللہ توفیق عطا فرمائے لیکن لوگوں کو بھی تو خیال کرنا چاہئے۔ میرے خیال میں تو ہفتہ میں ایک دفعہ یا زیادہ سے زیادہ دو دفعہ خط لکھنا دعا کے لئے کافی ہے اور پھر ہر خط میں جن لوگوں نے دعا کے لئے لکھا ہوتا ہے ان کے بچوں کے الگ الگ خطوط ساتھ ہوتے ہیں حالانکہ اسی خط کے نیچے سب کے دستخط ہو سکتے تھے، سب بچے بھی تو ساتھ ہی شامل ہیں۔ وہ اٹھا کر دیکھو پھر ایک اور بچہ نکل آیا۔ تو یہ بچوں کا سلسلہ اللہ تعالیٰ مبارک کرے اور لمبا چلے لیکن خطوں میں یہ سلسلہ لمبا نہیں چلنا چاہئے۔ اس لئے میری مؤدبانہ گزارش ہے کہ اپنے خطوں کو سلیقہ سکھائیں اور اگر خلاصہ کرنا نہیں آتا تو کسی واقف سے کروا لیا کریں مگر خلاصہ ہو یا نہ ہو ایک ہی دن میں چار چار پانچ پانچ خط روزانہ لکھنا اس میں کیا حکمت ہے۔ اور اگر روزانہ پانچ پانچ خط نہ لکھیں کیونکہ خصوصاً وہ لکھنے والی خاتون میرے ذہن میں ہیں تو پیسے بھی بچیں گے، ڈاک کا خرچ خواہ مخواہ کا بچے گا تو ذرا تھوڑا سا عقل سے کام لیں۔ خطوط کو مختصر لکھیں اور ایک ہی دن میں کئی کئی خط نہ لکھا کریں۔ ہفتے میں ایک کافی نہیں تو دو کافی ہونگے۔ وہ جو دعاؤں کے لئے لکھنے والے ہیں وہ ذہن میں رہتے ہی ہیں اکثر۔ اور کچھ تو میں خط پڑھتے ہی کچھ کے لئے دعا کر دیتا ہوں ساتھ ہی، یہ میرا طریقہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بھی یہی طریق تھا کہ خط پکڑتے ہی اس پہ دعا کر دی اور پھر تہجد کی نماز میں ان سب خطوں کو ذہن میں رکھ کے ان کے لئے اجتماعی دعا بھی کرتا ہوں۔ پس مَیں امید رکھتا ہوں کہ احباب کرام یہ تھوڑا سا عقل سے بھی کام لیں گے اور یہ جو سلسلہ میرا ڈاک دیکھنے کا ہے اس کو بند نہیں کروائیں گے۔ مَیں چاہتا ہوں یہ جاری رہے اور مَیں خود اپنی آنکھوں سے آپ کا خط پڑھوں اور اگر یہ سلسلہ میری طاقت سے بڑھ گیا تو پھر پرانا طریق جو خلاصوں کا تھا اس کو دوبارہ جاری کرنا پڑے گا۔ اس لئے آپ کی بھلائی بھی اسی میں ہے کہ خطوں کو مختصر بھی کریں اور ایک ہی دن میں کثرت کے ساتھ کئی خطوط نہ لکھا کریں۔ جزاک اللہ احسن الجزاء۔

خطوں کے سلسلہ میں یہ بھی بتا دوں بعضوں نے فیکس پہ خط چڑھائے ہوئے ہیں اور روزانہ خط فیکس میں سے خود بخود نکل جاتے ہیں ان کو یاد بھی نہیں رہتا کہ کیا لکھا تھا اور کیوں لکھا تھا اور وہ حکم ہے اس فیکس کو کہ وہ خط ہمیں یہاں پہنچ جائے۔ تو یہ عجیب و غریب سلسلے ہو رہے ہیں دعا کے بہانے۔ سچی دعا جو ہے وہ تو انسان کو تڑپا دیتی ہے، بعضوں کی بے چینی منتقل ہو جاتی ہے اور اسی بیقراری کے ساتھ میرا دل ان کے لئے دعا کے لئے کھلتا ہے۔ لیکن اس کے علاوہ ایک چیز اور کم کریں کہ جھگڑوں کے خطوط ختم کریں۔ اس کثرت سے جھگڑوں کے خطوط

ہیں کہ آپ سوچ بھی نہیں سکتے۔ کوئی ڈاک ایسی نہیں ہوتی جس میں بکثرت لمبی تفصیل نہ لکھی ہو۔ مَیں نے اپنے خاوند سے یہ کہا، میرے خاوند نے مجھے یہ کہا، میری نندوں نے مجھے یہ کہا، میری ساس نے مجھے یہ کہا، مَیں نے پھر یہ کہا، پھر اس نے مجھے یہ جواب دیا، پھر میں نے یہ جواب دیا، پھر انہوں نے یہ جواب دیا تو اتنی لمبی بحث ہوتی ہے کہ اس میں کوئی مبالغہ نہیں کہ بعض دفعہ سات سات آٹھ آٹھ صفحے کا خط ہے اور آخر پر یہ ہے کہ دعا کریں۔ اب دیکھ لیں کہ اس کا کیا فائدہ ہے۔ کوشش کریں، آپ میری مدد کریں، میں آپ کی مدد کرتا ہوں۔ جو درد دل کی چیخ ہے اس کی ایک سطر ہی کافی ہو جاتی ہے۔

اور بعض بچیاں بڑے درد سے مجھے خط لکھتی ہیں۔ ہاں اس ضمن میں مَیں بچیوں کے متعلق بھی بتا دیتا ہوں کہ آج تک یہ شکایتیں مسلسل جاری ہیں کہ لوگ شادی کی غرض سے بچیوں کو ملاحظہ کرنے جاتے ہیں ایک بچی نے لکھا ہوا ہے کہ اس طرح پرکھتے ہیں جیسے بکری کو پرکھا جا رہا ہے ہمیں ایک تو بڑی کوفت ہوتی ہے ہمیں کہ اس طرح ہمیں اس نظر سے دیکھ رہے ہیں۔ اس کے علاوہ پھر وہ ہماری جائیدادیں بھی پوچھتے ہیں، ہمارے گھر، کوئی مکان ہمارے نام پہ ہے کہ نہیں، کوئی اور جائیداد ہمارے نام پر ہے کہ نہیں۔ تو یہ دنیادار لوگ ہیں بچیوں کو چاہئے ان کی بالکل پرواہ نہ کریں اور ان کے ماں باپ کو چاہئے کہ ایسے لوگوں کو گھر میں گھسنے بھی نہ دیں۔ نظر آ جاتا ہے کوئی آدمی کس نیت سے رشتہ کی تحریک کر رہا ہے۔ تو ان کے ساتھ سختی کا سلوک کریں، اور کوئی علاج نہیں ہے۔ بچیوں کی بے عزتی کرنے کا تو کسی انسان کو بھی حق نہیں ہے۔ تو ان سب باتوں کو ہمیشہ پیش نظر رکھیں۔ خدا تعالیٰ ہمارے ساتھ ہو۔